OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

تاریخی شہر مکہ کے ادارہ جاتی نظم کے خدوخال اور قصی بن کلاب کی مساعی
(Characteristics of the Institutional System of the Historic City of Mecca and the efforts of *Qusai Ibn Kilāb*)

Dr. Muhammad Haroon
Lecturer in Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha

Dr. Qazi Furqan Ahmad
Assistant Professor of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

Dr. Sohail Akhtar
Lecturer, Department of History, Ghazi University, Dera Ghazi Khan

Abstract

Due to the extraordinary importance of Mecca in Islam and the world history, discovery of the traces of its ancient civilization is of paramount importance. The significance of this kind of investigation is doubled when the qualities of a leader, belonging to the ancestors of the Prophet of Islam are being highlighted. *Qusai Ibn Kilāb*, one of the ancestors of the Prophet, was a person whose character must be understood in the context of cultural history of Mecca. In this perspective, the present paper explores the institutional system of the historic city of Mecca and the efforts of *Qusai Ibn Kilāb* in this regard. The study discovers that, in those days, the chief of the tribe called *sheikh* was looked upon with great respect. He never used his authority against his tribe, nor did he fall prey to any conspiracy that would bring disrepute to his tribe. *Sheikh Qusai Ibn Kilāb*, after assuming the leadership in Mecca, rendered valuable services to the people of the city. His efforts had far-reaching effects, the biggest result of which was love and affection and a sense of sacrifice for

CC BY

each other. The fragmented power of the tribes was consolidated. If such activities are started in a society and every status bearer participates in them, the dream of prosperity and development of the relevant society can be very much fulfilled. From *Qusai's* golden role, the study deduces that every dignitary and noble person in the society should play a full role in restructuring and welfare of his nation.

Keywords: Mecca, history, institutions, *Sheikh*, role, *Qusai Ibn Kilāb*

تمہید

ریاستی اداروں اور نظم کے حوالے سے قبل از اسلام عرب پر تحقیق و جستجو کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کے یہاں ابتدا میں اگرچہ اداروں کا کوئی خاص لگا بندھا نظام نہیں تھا، لیکن وہ اداروں کے نظم سے بالکل غیر متعلق بھی نہ تھے۔ ان کے یہاں ادارتی نوعیت کی متعدد چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ قدیم عرب میں میں مرکزی حیثیت کا حامل ایک سردار ہوتا تھا، جس کو ان کا سب سے بڑا ادارہ کہا جا سکتا ہے۔ سردار کو مختلف ناموں جیسے رئیس، امیر، زعیم وغیرہ سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس کے لیے مشہور ترین لقب "شیخ" تھا۔ شیخ کو قبیلے کا نظم چلانے کے لیے مختلف لوگوں کو ذمہ داریاں سونپنا پڑتی تھیں۔ یوں وقت کے ساتھ ساتھ مختلف نوعیت کے چھوٹے چھوٹے اداروں کے نقوش ابھرنے لگے۔ قصی بن کلاب کا زمانہ آیا تو انھوں نے مکہ شہر کی تعمیر و ترقی میں بہت فعال کردار ادا کیا۔ ان کی مساعی سے بہت سارے ادارے وجود میں آئے، جن کی وجہ سے اس شہر کے رہنے والوں کو نہ صرف معاشی اور معاشرتی ترقی ملی بلکہ یہ شہر امن اور ترقی میں دیگر بلاد کے لیے ایک مثال بن گیا۔ اسلام اور تاریخ عالم میں مکہ کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر اس کی قدیم تہذیب و تمدن کے نقوش کا کھوج انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اس کرید کی اہمیت اس وقت دوچند ہو جاتی ہے، جب پیغمبرِ اسلام ﷺ کے اجداد سے تعلق رکھنے والی کسی شخصیت کے اس ضمن میں قائدانہ کردار کے خد و خال بھی نمایاں ہو رہے ہوں۔ حضور ﷺ کے اجداد میں سے قصی بن کلاب ایک ایسی شخصیت تھے، جن کے کردار کو مکے کی تہذیبی تاریخ کے حوالے سے سمجھنا از بس ناگزیر ہے۔ اسی تناظر میں زیر نظر مقالے میں تاریخی شہر مکہ کے اداری جاتی نظم اور اس سلسلے میں قصی بن کلاب کی مساعی کو سامنے لایا گیا ہے۔

شیخ قبیلہ کا مقام و مرتبہ اور ذمہ داریاں

قبل از اسلام عرب کے بود و باش، رہن سہن، تہذیب و تمدن اور طرز زندگی پر سرسری نظر ڈوڑائی جائے تو دو طرح کے لوگ ملتے ہیں۔ ایک وہ جو شہروں اور بستیوں کے باسی تھے اور جن کی زندگی کا انحصار تجارت، زراعت اور گلہ بانی پر تھا۔ دوسرے جو خانہ بدوش تھے؛ یہ لوگ جہاں زندگی کا سامان نظر آتا پڑاؤ ڈال لیتے، اور ضرورت ختم ہونے پر کسی اور جگہ کو اپنا مسکن بنا لیتے تھے؛ ان کا انحصار زیادہ تر اونٹوں کے دودھ اور گوشت پر تھا۔[1] شہروں اور بستیوں کے رہنے والوں کے اتحاد اور اجتماعی نظام کی بنیادی اکائی ان کا قبائلی نظام تھا؛ وہی ان کا اقتصادی اور سیاسی ادارہ تھا۔ قبائل عرب میں مرکزی حیثیت کا حامل سردار "شیخ" ہر عام و خاص نہیں بن سکتا تھا۔ اس مرتبے پر پہنچنے کے لیے بہت اعلی صفات درکار ہوتی تھیں۔ قدیم عرب لٹریچر سے اس کی

[1] محمود شکری الآلوسی،، بلوغ الارب فی احوال العرب (بغداد: دار السلام 1314ھ)، 1:12۔

سفات کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس زمانے کے شعرا اپنے قصیدوں، اشعار اور اپنی مجالس میں جب اپنے قبیلے کی فوقیت کا اظہار کرتے تھے، تو سردارِ قبیلہ کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ ضرور کرتے تھے، جس سے قبیلے کے تفوق اور عظمت کو ظاہر کیا جاتا تھا۔ شیخ کی صفات میں اعلی درجے کی سخاوت، صبر، حلم، تواضع، قوتِ بیان، اعلی حسب نسب، صائب الرائے اور کمال درجے کا تجربہ وغیرہ شامل تھیں۔[2] مزید برآں قبیلے کا سردار اس وقت اپنے قبیلے والوں کی مدد کرتا، جب ان کو سخت ضرورت ہوتی، اور جب وہ اپنے آپ کو بے سروسامان محسوس کررہے ہوتے۔ "شیخ" ان کی حفاظت کا اہتمام کرتا؛ قحط کے زمانے میں ان کے کھانے پینے کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتا۔ غرضیکہ شیخ قبیلہ اس زمانے کا ایک بہت بڑا ادارہ تھا، جسے اپنے قبیلے کے لیے ہر قسم کی قربانی دینا ہوتی تھی۔ سردارِ قبیلہ کی ان صفات کی طرف سلم بن نوفل نے یوں اشارہ کیا ہے:

نحن لا نسود الا من يوطئنا رحله ---ويفرشنا عرضه او يملكنا ماله[3]

ہم تو صرف اسے ہی سردار مانتے ہیں، جو اپنے سواریوں کو ہمارا وطن بنائے اور اپنی عزت کو ہمارے لیے قربان کرے اور ہمیں اپنے مال کا مالک بنادے۔

امن اور حالتِ جنگ میں شیخ ہی ان کا مرکزِ عقیدت ہوتا تھا۔ حالتِ امن میں قبائل کے آپس کے چھوٹے چھوٹے منازعات کو حل کرنے میں اس کی رائے کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔ کسی خوشی کے موقع پر مشترکہ کھانے کا اہتمام بھی قبائل کے سردار ہی کیا کرتے تھے،[4] اور اگر کبھی جنگ کا دنگل بج جاتا تو زعیمِ قبیلہ مقابلہ کرنے میں سب سے اگلی صف میں ہوتا، اور جس کے پاس سامانِ جنگ نہ ہوتا اس کی مالی امداد بھی کرتا، اور اسلحے کا بندوبست بھی۔ جنگ کی منصوبہ بندی بھی اسی کے ذمے ہوتی تھی۔ جنگ میں بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ دشمن کا کس طرح مقابلہ کرنا ہے؟ کون کہاں اور کس جگہ لڑے گا اور کون سی چیز جنگ میں ایک خفیہ رمز کے طور پر استعمال ہو گی؟ اس کا فیصلہ بھی قبیلے کے سردار ہی کرتا تھا، اور جب جنگ اپنے زوروں پر ہوتی تو رئیسِ قبیلہ اپنے افرادِ لشکر کی ہمت بڑھاتا۔[5] جنگ کے اختتام پر غنائم کی تقسیم بھی اسی کے مشورے کے مطابق ہوتی۔ اگر قبیلے کا کوئی فرد دوسرے قبیلے کے کسی فرد کو قتل کر دیتا تو دیت وغیرہ کا معاملہ بھی رئیسِ قبیلہ ہی طے کرتا تھا۔ اسی طرح اپنے قبیلے کے قیدیوں کو چھڑانے کی تدابیر اور ان کے فدیہ وغیرہ کے معاملات بھی شیخِ قبیلہ ہی طے کیا کرتا تھا۔[6] لیکن یہ جان لینا بھی مناسب ہے کہ مذکورہ تمام کام اگرچہ شیخِ قبیلہ کرتا تھا، لیکن اس کے تمام فیصلوں میں افرادِ قبیلہ کی مشاورت کا عمل دخل بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ کسی سردار کے انتقال کے بعد سرداری اس کے ورثا ہی میں منتقل نہیں ہوتی تھی، بلکہ دیکھا جاتا تھا کہ اس کے ورثا میں کوئی مطلوب خصائل حمیدہ رکھنے والا شخص ہے؟ پھر اس پر مشاورت ہوتی اور اہل شخص سردار نامزد کیا

[2] الآلوسی، بلوغ الارب، 1:18۔

[3] ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبہ الدینوری، عیون الاخبار (لبنان: دار الکتاب العربی، 1995ء)، 1:326؛ ابو العباس محمد بن یزید المبرد، الکامل فی اللغۃ والادب والنحو والصرف (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 1406ھ)، 166۔

[4] عبد العزیز الدوری، النظم الاسلامیۃ (بغداد: وزارۃ المعارف، س ن)12، 9، 8۔

[5] جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام (بیروت: دار العلم للملایین، 1970ء)، 4:345۔

[6] الآلوسی، بلوغ الارب، 1:18۔

جاتا۔ بعض اوقات کسی سردار کو سرداری سے معزول کرکے کسی دوسرے شخص کو باہمی رضامندی سے اپنا سردار بنا لیتے تھے، اور بعض اوقات سرداری سردار کے بھتیجے کی طرف یا قبیلے کی کسی اور شاخ میں کسی برگزیدہ شخصیت کی طرف منتقل ہو جاتی تھی۔7 علامہ ابن خلدون (م808ھ) کے مطابق کسی شخص کے سردار بننے کے لیے یہ بات بھی ضروری تھی کہ قبیلے کی اکثریت اس کے ساتھ ہو، عمدہ حسب نسب ہو، بہترین صفات کا مالک ہو، وغیرہ۔ پھر مذکورہ صفات میں مرورِ زمانہ کے ساتھ کمی آجاتی تھی۔ مثلاً اگر باپ عمدہ حسب نسب کے ساتھ ساتھ خصائل حمیدہ کا حامل ہوتا تو بعد میں آنے والا بیٹا ان تمام خصائل کے ساتھ متصف نہ ہوتا تھا، اور یہ کمی نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی، حتی کہ جب چوتھی پشت پر پہنچتے تو صرف حسب نسب ہی ہوتا صفات حمیدہ کا نام ونشان ہی نہ ہوتا تھا، چنانچہ سرداری قبیلے کی کسی دوسری شاخ کی طرف منتقل ہو جاتی، جہاں حسب نسب کے ساتھ ساتھ اچھے اوصاف کا حامل فرد ہوتا۔8 سرداروں میں سے سب سے زیادہ کامیاب سردار وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو صائب الرائے ہوتا؛ مجلس شوریٰ میں اس کی رائے کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ کسی اہم کام کے لیے اجتماع بھی رئیس قبیلہ کے گھر ہی ہوتا تھا، یا ان گھروں میں مجلس شوری منعقد ہوتی، جہاں رات کے وقت قصہ گو آکر قصے سنایا کرتے تھے۔9 قبائل میں عام طور پر اپنے آباواجداد کی طرف سے موروثی قوانین ہی کی پیروی کی جاتی تھی، جو ان تک کسی بھی حوالے سے پہنچے ہوتے۔ ان پر عمل کرتے ہوئے کسی دوسرے قانون یا دستور کو ماننا ان کے لیے گویا ایک گالی تھی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کی اس روایت کی طرف یوں اشارہ کیا ہے: وَكَذَٰلِكَ مَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِى قَرْيَةٍۢ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَآ إِنَّا وَجَدْنَآ ءَابَآءَنَا عَلَىٰٓ أُمَّةٍۢ وَإِنَّا عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم مُّقْتَدُونَ۔ 10 "اور ہم نے تم سے پہلے جب بھی کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا پیغمبر بھیجا، تو وہاں کے دولت مند لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انھی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔" 11

سردار کے علاوہ شخصی ادارے

قبیلے کے سردار کے علاوہ درج ذیل ایسے افراد ہوتے تھے، جو ادارتی کاموں پر مامور ہوتے تھے:

عریف: عریف قبیلہ کے سردار کے علاوہ ایک بااعتماد شخص ہوتا تھا، جس کے ذمے قبیلے کے اہم اور راز والے معاملات ہوتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہ لیں کہ عریف اپنے قبیلے کی طرف سے ایک قسم کا جاسوس ہوتا تھا، جو دیگر قبائل کی خبریں اپنے سردار کے پاس لاتا تھا۔12 اس کی اہمیت بھی شیخ سے کم نہیں تھی۔

[7] عبدالرحمن محمد الحضرمی ابن خلدون، المقدمۃ (بیروت: داراحیاء التراث العربی، س ن)، 153۔

[8] ابن خلدون، المقدمہ، 154۔

[9] الدوری، النظم الاسلامیہ، 7۔

[10] الزخرف 43: 23۔

[11] مفتی محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن کراچی، ۲۰۱۱ء)، 3:1492۔

[12] الآلوسی، بلوغ الارب، 2:186۔

رائد: یہ وہ شخص تھا جس کے ذمے قبیلے کے افراد کے لیے پانی اور مویشیوں کے لیے گھاس اور چارہ، پانی اور مناسب جگہ کا انتخاب کرنا ہوتا تھا، اور یہ کام سب سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا، کیونکہ پانی اور گھاس پر ہی ان کے مویشیوں کی زندگی کا انحصار تھا، اور مویشیوں کے گوشت اور دودھ پر افرادِ قبیلہ کی زندگی کا مدار ہوتا تھا۔13

ربیئہ: حالتِ جنگ میں بھی بہت سارے افراد کی مختلف کاموں پر ڈیوٹی ہوتی تھی، جن میں سے ایک شخص کو وہ اپنی اصطلاح میں "ربیئہ" کہا کرتے تھے۔ یہ جنگ کے ایام میں اپنی قوم کے لیے جاسوسی کیا کرتا، اور دشمن کی خبریں اپنی قوم تک لا کر انھیں ان کے ارادوں سے باخبر کرتا تھا۔14

فارس: یہ شخص جنگ کے نتائج قوم تک پہنچاتا تھا۔15

حامل الرایۃ: یہ دورانِ جنگ اپنی قوم کا عَلم بردار ہوتا۔ اس عَلم بردار کی بھی بہت اہمیت ہوتی تھی، کیونکہ ایک تو تمام افرادِ لشکر اس کے سائے میں دشمن سے ٹکراتے تھے؛ اس کے سبب سے جنگ میں شریک افراد کے عزائم اور جذبات بھڑکتے تھے؛ عین اس وقت جب دشمن کی فوج کے ساتھ گھمسان کا رن پڑتا اور کلیجے منہ کو آرہے ہوتے، بھاگنے کا خیال آتا، عَلم بردار کے عَلم کو دیکھ کر پست ہمت و پست حوصلہ ایک نئی ہمت اور تازہ جوش وولولہ پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ پورے لشکر میں عَلم بردار کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ عَلم اس شخص کے ہاتھ میں دیا جاتا جو انتہائی ذہین، زیرک، تجربہ کار اور بے پناہ بہادر ہوتا تھا۔

ان چیدہ چیدہ شخصی اداروں کے علاوہ اور بھی بہت سارے افراد قبائل میں موجود تھے، جن کی اپنی جگہ بہت زیادہ اہمیت تھی۔ مثال کے طور پر عراف، کاہن اور شعرا وغیرہ۔

قبائل عرب کے جنایاتی قوانین میں شیخ کا کردار

کسی شخص کو سزا دینے کے حوالے سے دو طرح کی اصطلاحات مروج تھیں۔ ایک "خلع" اور دوسری "تغریب"۔ خلع سے مراد وہ خلع نہیں، جو اسلامی فقہ کی ایک خاص اصطلاح ہے، بلکہ اس خلع سے اس کا لغوی معنی کھینچنا، اکھیڑ دینا اور ختم کر دینا مراد ہے۔ خلع کا لفظ اس وقت بولا جاتا تھا، جب کوئی شخص قبیلے کے اصول وضوابط توڑ دیتا یا پھر کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرتا جس کی وجہ سے اس قبیلے کے مقام میں کمی آتی، یا کسی سے دشمنی واقع ہو جاتی، جیسے قتل ناحق، چوری اور خیانت وغیرہ۔ خلع کا مطلب یہ ہوتا کہ قبیلے نے اس شخص سے اپنی مکمل براءت کا اظہار کر دیا ہے۔ لہٰذا مذکورہ قبیلہ اس شخص کے کسی بھی فعل کا ذمہ دار نہیں ہے۔16 اور تغریب سے مراد جلاوطن کر دینا تھا۔ یعنی اگر کوئی شخص قتل، خیانت یا چوری وغیرہ جرم میں مبتلا ہوتا تو اسے جلاوطن کر دیا جاتا تھا۔17

قبیلے کے نجی قوانین میں شیخِ قبیلہ کے حقوق

[13] الآلوسی، بلوغ الارب، 2:185۔

[14] ابن منظور، لسان العرب، 1:802۔

[15] جواد علی، المفصل، 5:494۔

[16] جواد علی، المفصل، 5:587۔

[17] ابن منظور، لسان العرب، 1:639۔

کتب تاریخ و سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبائل میں ان کے کچھ نجی قوانین بھی ہوتے تھے، جن میں قبیلے کے سردار کے کچھ حقوق شامل تھے۔[18] یہ حقوق دو طرح کے ہوتے تھے: حقوق ادبیہ اور حقوق مادیہ۔[19] حقوق ادبیہ میں رئیسِ قبیلہ کا اکرام و احترام، اس کی اطاعت و تعظیم اور اس کی عظمت کا دفاع شامل تھا، اور حقوق مادیہ میں وہ امتیازات و اختیارات شامل تھے، جن کی وجہ سے "رئیس" اپنے قبیلے کے باقی افراد سے ممتاز ہو تا تھا۔ مثال کے طور پر اسے "مرباع"[20]، صفایا[21]، نشیطہ[22] اور فصول[23] ملتا تھا، جس کے اہل قبیلے کے باقی لوگ نہیں ہوتے تھے۔ کسی شاعر نے ان تمام چیزوں کو ایک شعر میں جمع کر دیا ہے:

لک المرباع منها والصفایا

وحکمک والنشیطة والفصول[24]

قصی[25] بن کلاب کی مساعی

مکہ کے ادارتی انتظامات کے حوالے سے مصادر سیرت [26] کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دو شخصیات ایسی تھیں جنھوں نے مکہ میں ادارتی انتظامات کی داغ بیل ڈالی۔ ان میں سے ایک قصی بن کلاب ہیں اور دوسرے ہاشم بن عبد مناف۔ ان حضرات سے پہلے شہر مکہ پر مختلف قبائل کی سرداری رہی، جس کی ابتدا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولایت سے ہوئی اور اختتام بنو خزاعہ

[18] کسی ریاست میں جب بھی کوئی ادارہ کام کرتا ہے، تو ریاست اس ادارے کے بہت سے حقوق متعین کرتی ہے، جو اس کی عظمت کا اعتراف ہوتا ہے۔ جب کسی ادارے کو اس کے حقوق نہ دیے جائیں تو وہ بالکل ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے، اور بجائے اس کے کہ ریاست کی ترقی میں کردار ادا کرے ریاست کی تنزلی اور ساکھ کو کمزور کرنے کا سبب بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی ادارے وجود میں لائے جاتے ہیں ان کو بہت سے اختیارات بھی دیے جاتے ہیں، جو انھیں دیگر اداروں سے ممتاز کرتے ہیں۔

[19] ابن خلدون، المقدمۃ، 143۔

[20] مال غنیمت میں سے چوتھا حصہ، جسے امیر یا رئیسِ قبیلہ اپنے لیے لے لیتا تھا اسے مرباع کہا جاتا تھا۔ دیکھیے: جواد علی، المفصل، 265:5۔

[21] قبیلے کے سردار کو اس بات کا مکمل اختیار ہوتا کہ وہ مالِ غنیمت میں سے جو چیز اسے پسند آئے، لے سکتا تھا، چاہے کوئی گھوڑا ہو، اسلحہ ہو یا کوئی باندی وغیرہ۔ اس اختیار کو صفایا کہا جاتا تھا۔ ملاحظہ ہو: ابن منظور، لسان العرب، 457:9۔

[22] مال غنیمت کے افرادِ قبیلہ تک پہنچنے سے پہلے جو چیز شیخ لے لیتا اسے نشیطہ کہا جاتا تھا۔ دیکھیے: ابن منظور، لسان العرب 414:5۔

[23] اگر کوئی چیز ایسی آتی جو قابل تقسیم نہ ہوتی یعنی اگر اسے تقسیم کر دیا جائے تو اس کی منفعت ہی ختم ہو جائے، تو ایسی صورت حال میں اسے بغیر تقسیم کیے ہی رئیس کے پاس لے آتے، جو اسے خود استعمال کرتا، اسے فصول کہا جاتا تھا۔ ملاحظہ کیجیے: ابن منظور، لسان العرب، 101:8۔

[24] ابو سعید عبد الملک بن قریب الاصمعی، الاصمعیات، تحقیق۔ احمد محمود شاکر و عبد السلام ھارون (مصر: دار المعارف، 1964ء)37۔

[25] **قصی** کا اصل نام زید اور کنیت ابو مغیرہ تھی۔ یہ قبیلہ قریش کے عالم تھے اور ان کو راہ راست پر ثابت قدمی سے چلتے رہنے کی تاکید کرتے رہتے، یہ اپنی قوم کو جمعہ کے دن، جسے اس زمانے میں یوم العروبہ کہا جاتا تھا، صبح کو جمع کرتے اور وعظ و نصیحت کرتے کہ عنقریب ان میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، جب وہ تشریف لائے تو اس کی دعوت کو قبول کرنے میں پس و پیش نہ کرنا؛ فورا اس پر ایمان لے آنا۔ ملاحظہ ہو: الآلوسی، بلوغ الارب، 285:2۔

[26] ابو محمد عبد الملک بن ہشام المعافری ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق۔ مصطفی السقا و آخرون (القاہرۃ: دار الکنوز الادبیۃ، س ن)، 113:1۔

کی جلاوطنی پر ہوا، لیکن جتنے بھی قبائل کو مکہ شہر میں سرداری کا شرف ملا ان تمام لوگوں نے بیت اللہ کی تعظیم، اس کی حفاظت کا حد درجہ اہتمام کیا۔[27] اس ضمن میں قصی بن کلاب کا کردار خصوصی اہمیت کی حامل ہے، اسی نسبت سے اس مضمون میں انھی کے اس کرادر کو فوکس کیا گیا ہے۔

قریش ابتدا میں متفرق تھے؛ ایک جگہ آباد نہ تھے؛ کوئی پہاڑ میں رہتا تھا، کوئی صحرا میں، کوئی وادی میں، کوئی گھاٹی میں، کوئی غار میں اور کوئی دور دراز کے علاقے میں۔ مکہ کی تعظیم کی خاطر اس میں دن کے وقت داخل نہیں ہوتے تھے؛ رات ہو جاتی تو داخل ہوتے۔ قصی نے سب کو مکہ کے دامن میں جمع کیا اور سب کے رہنے کے لیے الگ الگ مکان کے لیے جگہ دی؛ سب کو ایک جگہ آباد کیا۔[28] قصی کی دعوت کے بعد سب سے پہلے جو لوگ مکہ میں آباد ہوئے وہ بنو بغیض بن عامر، بنو تمیم اور بنو محارب بن فہر تھے۔ اسی وجہ سے ان کو قریشِ ظواہر کہا جاتا ہے۔[29] اس کے علاوہ قبیلہ قریش کی جتنی بھی شاخیں تھیں انھیں "قریش البطاح" کہتے تھے۔ قصی نے تمام قریش کو اکٹھا کیا تھا اس وجہ سے ان کا نام مجمع پڑ گیا، جسے ایک شاعر نے یوں ذکر کیا ہے:

ابوكم قصى كان يدعى مجمعا

به جمع الله القبائل من فهر

وانتم بنو زيد ابوكم

به زيدت البطحاء فخرا على فخر[30]

تمھارا باپ تو قصی تھا، جسے مجمع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قریش کے متفرق قبائل کو اکٹھا کیا۔ اور تم تو زید (قصی کا اصل نام ہے) کے بیٹے ہو جو تمھارا باپ تھا، اسی کی وجہ سے بطحا کو اپنے اہل پر فخر ہے۔

کہا جاتا ہے کہ کعب بن لوی کی اولاد میں سے یہی وہ قصی تھے، جن کو عرب میں خاص اقتدار حاصل تھا، تمام لوگ ان کے مطیع اور فرماں بردار تھے۔[31] قصی کے حکم سے مکہ میں بہت سارے ادارے وجود میں آئے، جن کا مختصر ذکر درج ذیل ہے:

دارالندوۃ

قصی نے دارالندہ کے نام سے ایک مجلسِ مشاورت قائم کی جس میں تمام اہم امور کے مشورے ہوتے تھے۔ نکاح وازدواج اور جنگی مہمات کے متعلق بھی اسی مجلس میں مشورہ ہوتا تھا۔ تجارت کے لیے جو قافلہ روانہ ہوتا وہ بھی اسی مقام سے روانہ ہوتا۔ سفر سے واپس آتے تو پہلے دارالندوہ میں آکر اترتے۔ گویا کہ دارالندوہ عرب کا بابِ حکومت اور پارلیمان تھا۔ دار الندوہ ایک وسیع

---

[27] ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، السیرۃ النبویۃ، تحقیق۔ مصطفیٰ عبد الواحد (بیروت: دارالموحد، 1402ھ) 1:60۔

[28] ابن حبیب محمد بن حبیب بن امیۃ، المنمق فی اخبار قریش، تصحیح۔ خورشید احمد فاروق (حیدرآباد، مطبعۃ المعارف العثمانیۃ 1384ھ)، 84،83۔

[29] محمد بن جریر الطبری، تاریخ الرسل والملوک، تحقیق۔ محمد ابی الفضل ابراہیم (مصر: دارالمعارف س ن) 2:51؛ ابوالحسن علی بن ابی الکرم ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ (بیروت: دارالکتاب العربی، 1967ء)، 2:13۔

[30] شہاب الدین احمد محمد بن محمد الاندلسی ابن عبد ربہ، العقد الفرید (بیروت: دارالفکر س ن)، 3:235۔

[31] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، 1:124۔

عمارت تھی، جس کا دروازہ حرم میں کھلتا تھا۔ اس میں اہل مکہ کے نمائندے جمع ہوتے اور پیش آمدہ سیاسی، معاشی اور عمرانی مسائل کے بارے میں مشورے کرتے۔ اس کی رکنیت کے لیے بنیادی شرط یہ تھی کہ کسی رکن کی عمر چالیس سال سے کم نہ ہو۔ ان کی سماجی تقریبات یہاں ہی انجام پذیر ہوتیں۔ جو بچی بالغ ہوتی اس کو یہاں لایا جاتا، قوم کے بزرگ اسے اوڑھنی پہناتے اور اسے پردہ کا حکم دیتے۔ بچوں کے ختنے کی رسم بھی یہاں ادا کی جاتی۔ دارالندوہ کی وسیع عمارت قصی نے تعمیر کرائی تھی۔ قصی نے دارالندوہ اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کے حوالے کر دیا۔[32] جو لوگ دارالندوہ میں آنے کے اہل ہوتے تھے انھیں "ملأ" کہا جاتا تھا۔[33] یہی وہ لوگ تھے جو ریاستِ مکہ کے سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی معاملات چلاتے تھے؛ ان کی بات اور فیصلے کو ہی حتمی سمجھا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں مشرکین مکہ کے رویے کے بارے میں بھی یہی بات ذکر کیا گیا ہے[34] واضح رہے کہ دارلندوہ میں طے پانے والا کوئی فیصلہ یا حکم اہلِ مکہ کے لیے اسی وقت لازم ہوتا جب وہ اجماعی ہوتا، یعنی اس بات پر تمام قبائل کے سرداروں کی رضامندی ثابت ہوتی۔ علامہ الفاسی (م832ھ) کے الفاظ میں:

> لم يكن احد من هؤلامتملكاعلى بقية قريش، انماذلک بتراضی قریش عليه۔[35]
> کوئی شخص بھی اپنی مرضی سے قریش پر اپنا کوئی حکم نافذ نہیں کر سکتا تھا اگر کوئی قانون یا فیصلہ سرزد ہوتا تو وہ تمام قریش کی رضامندی سے ہوتا تھا۔

مشاورتی ادارہ

مکہ مکرمہ میں ایک اہم ادارہ مشاورت کے لیے بھی تھا، جو انتہائی ذہین، صائب الرائے اور تجربہ کار لوگوں پر مشتمل تھا۔ بنو اسد کے لوگ اس اہم کام پر مامور تھے۔ اہلِ مکہ جب کسی معاملے کے بارے میں مشاورت چاہتے تو وہ یزید بن زمعة[36] (م8ھ) کے پاس جاتے اور وہ انھیں موقع کی نزاکت اور حالات کو دیکھتے ہوئے بہترین حل بتلاتے۔

رفادہ

---

[32] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، 1:125۔

[33] محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، تحقیق۔ محمد محمود شاکر (مصر: دارالمعارف، س ن)، 5:291؛ ابو القاسم الحسین بن محمد الاصفھانی، المفردات فی غریب القرآن، تحقیق۔ سید محمد الکیلانی (بیروت: دارالمعرفۃ س ن)، 473۔

[34] الزخرف 43:23۔

[35] جواد علی، المفصل 4:49۔

[36] ان کا پورا نام یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب ابن اسد بن عبد العزیٰ قریشی اسدی ہے۔ ماں کا نام قریبہ تھا۔ قریبہ ام المومنین ام سلمہ کی بہن تھیں، یزید کا خاندان زمانۂ جاہلیت سے مشورے کے عہدۂ جلیل کا حامل چلا آتا تھا، اور ظہور اسلام کے وقت یہ اسی پر فائز تھے۔ دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانے میں مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے۔ مدینہ آنے کے بعد آں حضرت ﷺ کے ساتھ برابر جہاد میں شریک ہوتے رہے، غزوۂ طائف جو سن 8 ہجری میں ہوا، اس میں بھی آپ کے ساتھ تھے، اتفاقاً میدان جنگ میں ان کا گھوڑا بدکا اور یہ گر پڑے جس کی وجہ سے ان کی شہادت ہو گئی۔ ملاحظہ ہو: ابن سعد، طبقات ابن سعد، 4:189؛ ابن حجر، الاصابۃ فی تمیز الصحابہ 6:348۔

قصی بن کلاب نے مکہ میں کچھ ادارے قائم کیے، اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا کہ وہ خالص دینی ادارے تھے، یعنی ان کے قیام اور نظام میں کسی قسم کی کوئی دنیوی غرض شامل نہ تھی، بلکہ اللہ کی رضا کے لیے بھاگ دوڑ کی جاتی تھی، کیونکہ ان کا تعلق بیت اللہ اور مسجد حرام کے ساتھ تھا۔ قصی بن کلاب کی وفات کے بعد ان اداروں کی تولیت مکہ میں آباد دیگر قبائل کے سرداروں کو سونپ دی گئی۔37 ان اداروں میں سے ایک اہم ادارہ رفادہ بھی کہلاتا ہے۔ قصی نے مکہ میں زمامِ اقتدار سنبھالنے کے بعد تمام قریش کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ اپنی آمدن میں سے کچھ حصہ بچا کر انھیں دیں تاکہ اس سے بیت اللہ کی زیارت کرنے والے حجاج کرام کا اکرام کیا جاسکے۔ ایام عرفات و منی میں حجاج کرام، جو اللہ کے مہمان ہوتے ہیں، کے لیے کھانا تیار کیا جائے۔ اس حوالے سے کتب سیرت میں قصی بن کلاب کا ایک خطبہ محمد بن اسحاق (م151ھ) کے یہاں یوں نقل ہوا ہے:

> يامعشرقريش !انكم جيران الله،واهل بيته،واهل الحرم ،وان الحجاج ضيف الله،وزواربيته ،وهم احق الضيف بالكرامة ،فاجعلوا لهم طعاما وشرابا ايام الحج،يصدروا عنكم ،ففعلوا۔38
>
> اے جماعت قریش! تم اللہ تعالیٰ کے پڑوسی اور اس کے گھر والے ہو، تم حرم میں رہنے والے ہو، اور حجاج اللہ تعالیٰ کے مہمان اور اس کے گھر کے زائر ہوتے ہیں، وہ ایسے مہمان ہیں جن کی ضیافت اور میزبانی ہمارا فریضہ ہے۔ تم سب اپنے مالوں سے حصہ دو، تاکہ ایک ایسا اجتماعی فنڈ قائم کیا جائے، جس سے ضیوف الرحمن کی عزت و تکریم اور ان کی مہمان نوازی کی جاسکے۔ ساری قوم نے اس تجویز کو سراہا اور دل کھول کر اس میں مالی اعانت کی۔

ایام حج میں سارے حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام اس فنڈ سے کیا جاتا تھا۔39 اس اقدام کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ تمام قبائل میں آپس میں اتحاد و یکجہتی کی فضا قائم ہوئی، اور دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ وہ قبائل جو ان سے ناراض ہو کر دور دراز کے علاقوں میں آباد ہو گئے تھے ان سے قربت پیدا ہوئی۔ روایات میں آیا ہے کہ مکے میں ایک مرتبہ قحط پڑا تو ہاشم بن عبد مناف لوگوں کو شوربے میں روٹیاں ڈال کر کھلایا کرتے تھے۔40 ہاشم کی اسی سخاوت کو ایک شاعر نے اپنے ایک شعر میں یوں ذکر کیا ہے:

عمرو الذى بشم الثريد لقومه

قوم بمكة مسنتين عجاف41

---

[37] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، 1:130۔

[38] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، 1:130۔

[39] اسلامی عہد میں بھی عہد رسالت، عہدِ خلفاے راشدین حتی کہ بنوامیہ اور بنوعباس زمانوں میں بھی حجاج کی ضیافت کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب عباسی خلافت کا چراغ گل ہوا تو رفادہ کا یہ انتظام بھی درہم برہم ہو گیا۔

[40] اسی وجہ سے ان کا نام ہاشم پڑ گیا۔ کیونکہ ہشم کے معنی چورا کرنے کا آتے ہیں، ہاشم اسی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

[41] ابو علی القالی، اسماعیل بن القاسم البغدادی، ذیل الامالی والنوادر (بیروت: مطبعۃ اسماعیل بن یوسف، س ن)، 201۔

عمرو بلند مرتبہ نے اپنی قوم اور تمام اہلِ مکہ کو ثرید بنا کر کھلایا جب کہ مکے کے لوگ قحط کی وجہ سے لاغر اور ناتواں تھے۔

مصادر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رفادۃ کا معاملہ بنوہاشم کے اغنیا کے سپرد ہوا تھا۔ قصی کے بعد اس کی تولیت مطلب بن ہاشم کے پاس آئی؛ اسکے بعد عبد المطلب کے پاس رہی؛ اس کے بعد عباس بن عبد المطلب (م32ھ) اس کے والی بنے، یہاں تک کہ اسلام کا زمانہ آ گیا تو حضور ﷺ نے حضرت عباس بن عبد المطلب کو رفادۃ کی سرداری پر برقرار رکھا۔42

سقایۃ

مکہ مکرمہ کی جغرافیائی حیثیت کے پیش نظر قصی بن کلاب کے کے پیش نظر پانی کا معاملہ بھی رہتا تھا۔ اس وادی غیر ذی زرع میں دور دور تک پانی کا کوئی نام ونشان نہ تھا؛ بئر زم زم کو بند کر دیا گیا تھا اور کسی کے ذہن میں بھی نہیں تھا کہ اس جگہ کوئی کنواں ہے بھی یا نہیں؟ اس علاقے میں پانی کی ضرورت اس وجہ سے بھی زیادہ تھی کہ علاقہ بہت زیادہ گرم آب وہوا والا تھا۔ وہاں کے رہائشی بھی اپنی ضرورت کے لیے پانی دور دور سے بھر کر لاتے تھے۔ اس غرض سے ہاشم نے ایک کنواں کھودا، جس کی وجہ سے اہلِ مکہ کے لیے کچھ آسانی پیدا ہوئی۔43 قصی کے زمانے میں بیت اللہ کے بالکل صحن میں چمڑے کے بنے ہوئے بڑے بڑے حوض رکھے ہوئے ہوتے تھے۔ دور دراز کے علاقوں سے چھوٹے بڑے مشکیزوں میں پانی ڈال کر اونٹوں کے ذریعے ان حوضوں میں ڈالا جاتا تھا۔ اور بعض دفعہ پانی کی کڑواہٹ اور اس کے ذائقے کو درست کرنے کے لیے ان حوضوں میں کشمش اور کھجوریں بھی ڈال دی جاتی تھیں۔44

ہاشم کے بارے میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے حاجیوں کو پانی پلانے کا کام کیا اور جب تک وہ زندہ رہے اس کام کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔45 ان کی وفات کے بعد بھی یہ وظیفہ ان کے ورثا میں چلا۔ روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عبد المطلب نے حاجیوں کے لیے میٹھے پانی کا انتظام کیا 46 اور بئر زم زم کو کھودا۔47 حضرت عبد المطلب حاجیوں کو پانی میں کشمش ڈال کر پلایا کرتے تھے۔48 سقایۃ کا شعبہ صرف پانی پلانے تک ہی محدود نہیں تھا، بلکہ حضرت عبد المطلب حجاج کرام کو دودھ میں شہد ڈال کر بھی پلایا کرتے تھے۔49 عبد المطلب کی وفات کے بعد سقایۃ

[42] ابن سعد، الطبقات الکبری، 1:83۔

[43] ابن سعد، الطبقات الکبری، 1:66۔

[44] ابن سعد، الطبقات الکبری، 1:66۔

[45] ابن سعد، الطبقات الکبری، 1:78۔

[46] علی بن حسین المسعودی، مروج الذہب ومعادن الجوھر (بیروت: دار الاندلس 1965ء)، 3:103۔

[47] المسعودی، مروج الذہب ومعادن الجوھر، 3:103۔

[48] الارزقی، اخبار مکۃ 1:70۔

[49] ابن عبد ربہ، العقد الفرید، 3:236۔

کی نگرانی حضرت عباس بن عبد المطلب کے سپرد ہوئی، تو انھوں نے بھی اس کام کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا۔50 سقایہ کا یہ شعبہ اس قدر محترم گردانا جانے لگا کہ قبائل میں آپس میں اس حوالے سے ایک قسم کی تنافس کی فضا پیدا ہو گئی۔ مصادرِ سیرت میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے حجاج کرام کو دودھ پلایا وہ سوید بن ھرمی تھا۔51 اسی طرح سب سے پہلے قافلوں کو زادِ راہ دینے کا کام ابو امیۃ بن المغیرۃ نے کیا، اور حاجیوں کو سب سے پہلے شہد ابو وداعہ السھمی نے پلایا۔52

عمارۃ

عمارۃ بھی قریش کے لیے ایک قابل فخر چیز تھی۔ یہ ایک الگ شعبہ تھا جس کا مقصد بیت اللہ اور مسجد حرام کی تعمیر و توسیع تھا۔ تمام قبائل قریش اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کا حصہ لیتے تھے۔ سقایہ اور عمارہ کے حوالے سے قریش کے احساسِ تفاخر کی طرف قرآن مجید میں یوں اشارہ ملتا ہے:

> أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ ٱلْحَآجِّ وَعِمَارَةَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ كَمَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَجَٰهَدَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُۥنَ عِندَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِي ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ۔53
>
> کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے اعمال کے برابر سمجھ رکھا ہے، جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہے اور جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے۔ اللہ کے نزدیک یہ سب برابر نہیں ہو سکتے، اور اللہ ظالم لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔54

سدانۃ

اہل مکہ کے لیے سب سے اہم وظیفہ بیت اللہ اور زائرین بیت اللہ کی خدمت تھی، جسے حجابت بھی کہا کرتے تھے۔ قصی بن کلاب کے بعد سدانۃ اور حجابت کا شعبہ بنو عثمان بن عبد الدار کی سرپرستی میں تھا۔ ان کے بعد اس کی نگرانی عبد العزی بن عثمان کے پاس رہی اور ان کے بعد ابو طلحہ عثمان بن عبد العزی (م42ھ) کے پاس آئی۔55 اس کے بعد سے یہ سلسلہ انھی کی نسل میں چلا آرہا ہے، اور قیامت تک انھی کی نسل میں چلتا رہے گا کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر ارشاد فرمایا تھا:

> خذوها ياآل عثمان خالدة تالدة ،لاينزعها منكم الا ظالم۔56
>
> اے آلِ عثمان! یہ لو بیت اللہ کی چابیاں، اب یہ ہمیشہ ہمیشہ تمھارے پاس ہی رہیں گی، تم سے سوائے ظالم شخص کے کوئی اور نہیں چھین سکے گا۔

---

[50] ابن عبد ربہ، العقد الفرید، 236:3۔

[51] الزبیدی، نسب قریش، 342۔

[52] ابن حبیب، المحبر، 177۔

[53] التوبۃ 19:9۔

[54] مفتی محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، 567:1۔

[55] ابو محمد علی ابن احمد بن سعید ابن حزم، الاندلسی، جمھرۃ انساب العرب، تحقیق۔ عبد السلام ھارون (مصر: دار المعارف ط1962ء)، 127۔

[56] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، 412:2۔

ان اداروں کے علاوہ اور بھی بہت سے ادارے تھے، لیکن تعظیم و حرمت میں ان کا مقام وہ نہیں تھا جو مذکورہ اداروں کا تھا۔ ایامِ حج میں جب لوگ مزدلفہ سے لوٹتے تو عدوان نامی جگہ پر پڑاؤ ڈالتے، اور وہاں اپنے آباؤ اجداد کے قصے کہانیاں سناتے۔ یہ رسم ان کے آبا کی طرف سے نسل در نسل چلی آرہی تھی۔ مقام عدوان میں ان مجالس کا اہتمام بھی کسی ایک قبیلے کے سپرد ہوتا تھا۔ جب دینِ اسلام کا ظہور ہوا، اس وقت یہ ذمہ داری ابوسیارۃ عمیلۃ بن الاعزل کے سپرد تھی۔[57]

الاجازۃ

بنو جرہم سے تعلق رکھنے والے "صوفۃ" اس شعبے کے متولی تھے۔ الاجازۃ کا مطلب یہ تھا کہ ایامِ جاہلیت میں جب لوگ منی میں قیام کرتے تو منی سے عرفات جانے کا اعلان یا اجازت صوفہ کیا کرتے تھے۔ یہ ادارہ انھی کی تولیت میں چلتا رہا، یہاں تک کہ قصی بن کلاب نے ان سے قتال کیا اور پھر خود اس ادارے کے سردار بنے۔ البتہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اجازۃ کا شعبہ آخر تک بنو جرہم کے پاس ہی رہا۔ مکہ کے باقی اداروں کی تقسیم کے بعد بنو تمیم اس ادارے کے نگران مقرر ہوئے، جیسا کہ ابن حزم (م456ھ) نے جمہرۃ میں ذکر کیا ہے۔[58]

خلاصہ بحث

زمانہ جاہلیت میں قبائل کے سردار بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، حالتِ امن ہو یا حالتِ جنگ، ان کی بات پر عمل ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اس کی بہت سی وجوہ میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ قبیلے کا سردار بہت عمدہ صفات کا حامل ہوا کرتا تھا۔ شیخِ قبیلہ اپنے اختیارات کو کبھی بھی اپنے قبیلے کے خلاف استعمال نہیں کرتا تھا، اور نہ ہی کسی ایسی سازش کا شکار ہوتا تھا، جس کی وجہ سے اس کے قبیلے کی بدنامی ہو۔ اس کی بہترین مثال قصی بن کلاب کی شخصیت ہے۔ مکہ میں اپنی سرداری کی زمام سنبھالنے کے بعد اہلِ مکہ کے حق میں جس طرح قابلِ قدر خدمات انھوں نے سرانجام دیں، اس دور میں ایسی مثال عنقا ہے۔ اہل مکہ قصی بن کلاب کی سماجی خدمات سے بے حد مستفید ہوئے۔ ان کی مساعی کے متعدد دور رس اثرات میں سے ایک اہم اثر یہ ہوا کہ لوگوں میں محبت و مودت اور ایک دوسرے کے لیے قربانی کے جذبات پیدا ہوئے۔ مختلف قبائل کو مختلف سوشل امور کی ذمہ داریاں سونپ کر قبائل کی بکھری ہوئی طاقت کو مجتمع کر دیا گیا۔ موجودہ دور میں بھی اگر معاشرے میں اس طرح کی سرگرمیاں شروع کر دی جائیں اور ہر صاحب حیثیت ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے تو سوسائٹی کی خوشحالی اور ترقی میں بہت مدد فراہم ہو سکتی ہے۔ قصی کے سنہری کردار سے یہ رہنما اصول اخذ ہوتا ہے کہ معاشرے میں ہر صاحبِ حیثیت کو اپنے معاشرے کی اصلاح اور فلاح و بہبود میں بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔

[57] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، 1:121۔

[58] ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، 12:303۔